اخبارات بھی زندگی کا ایک نشان ہیں

ہر وہ شخص جو تمدن دنیا سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اس زمانے میں اخبارات ایک بڑی قوت سمجھے جاتے ہیں۔ متمدن ملکوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ اخبارات کی اس طاقت کو محسوس کرتے ہوئے۔ حکومتیں ہر قسم کی سہولتیں اخبار نویسوں کو مہیا کرتی ہیں۔ تاکہ ان کی خدمت میں مفید اضافہ ہو سکے۔ مثلاً ایام جنگ میں اخبارات کے ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کو میدان جنگ۔ کے ان حصوں میں جہاں کوئی انسان نہیں جا سکتا ہے۔ اور جہاں گولے پھٹتے ہیں اور موت کی گرم بازاری ہوتی ہے کی سیریں کرائی جاتی ہیں۔ اور ان کے لئے ہر ممکن سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

پارلیمنٹوں میں اخبار نویسوں کے لئے ایسی جگہیں مقرر کی جاتی ہیں۔ جہاں سے وہ قریب ترین بیٹھ کر کارروائی سن سکیں۔

اسی پر بس نہیں کی جاتی۔ حکومتوں کی طرف سے مالی امدادیں بھی بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اور ہر جگہ تحریک کی جاتی ہے۔ کہ اخبارات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔ اور ان کے ہاتھ کو مضبوط کیا جائے۔

ہندوستان میں جہاں تک صحافت کا تعلق ہے۔ ہم دوسرے لوگوں سے عام طور پر پیچھے ہیں۔ اور لوگوں میں اخبار بینی کا مذاق کم ہے۔ اور چونکہ حکومت بھی اجنبی ہے اس لئے حکومت کی طرف سے اخبارات کی تشجیع اور حوصلہ افزائی کے وہ سامان نہیں ہیں جو خود ان کی طرف سے اپنے ملک میں مہیا ہیں۔ اس واسطے ایک طرف پبلک کی عدم توجہگی۔ اور دوسری طرف حکومت کی عدم تشجیع ہندوستان کی سرزمین کو اخبارات کے لئے بالکل ناہموار بنا رہی ہیں جبکہ یہ حالت عام اخبارات کی ہے۔ تو پھر کسی خاص طبقے یا دائرے میں کام کرنے والے اخبارات کی جو حالت ہو سکتی ہے وہ تو بالکل ہی واضح ہے۔ ایسے اخبارات اگر اپنے قارئین یا جس قوم کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں کی سرپرستی حاصل نہ کر سکیں تو ان کا زندہ رہنا بالکل محال ہے۔

ہمارے سلسلہ میں جس قدر اخبار نکل رہے ہیں۔ چونکہ ان کا دائرہ عمل بالکل ایک خاص جماعت اور خاص عمل کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے ان کے متعلق کسی غیر از جماعت شخص کو کسی قسم کی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سلسلہ کے اخبارات کے متعلق پوری پوری ذمہ واری جماعت کے افراد پر ہی آ سکتی ہے۔ اس لئے ہمارے اخبارات اگر اپنی کمزوری کا رونا روئیں۔ تو یقیناً وہ لوگ جو جماعت کی کمزوری دیکھنے کے خواہشمند اور متمنی ہیں۔ وہ اس سے مسرت اور خوشی پاتے ہیں۔ یہ نہیں بلکہ ہماری کوششیں اور ہماری مساعی بالکل صدا بصحرا کی مصداق نظر آتی ہیں۔

جتنا مفید کام ہم اخبارات کی توسیع اشاعت کی صورت میں کر سکتے ہیں۔ وہ اخبارات کی کمی اشاعت کی صورت میں نہیں کر سکتے۔ اس طرح جس قدر مفید اور ٹھوس کام مالی وسعت کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اتنا کام کم مائیگی اور بے سروسامانی کی

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار الحکم تراب منزل سے شائع ہوا

حالت میں سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اخبارات کی اشاعت وسیع نہ ہو۔ اور ہمارے اخبارات کی وسعت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر فرد یہ یقین نہ کر لے کہ سلسلہ کے اخبارات کا زندہ رہنا جماعت کی بیداری اور زندگی کی کھلی کھلی دلیل ہے۔ اس وقت تک اخبارات کی موجودہ حالت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی

سالانہ جلسہ پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے مفصل طور پر اخبارات کی قوت اور ان کے زندہ رکھنے کے موضوع پر تقریر فرما کر جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ کہ وہ اخبارات سلسلہ کی حالت کو مضبوط کرنے میں ساعی ہوں۔

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس تقریر کے بعد میں سمجھتا ہوں۔ اخبارات سلسلہ کی سرپرستی کا بوجھ جماعت پر آ جاتا ہے۔

میں اس اپیل کے ذریعے جماعت کے معزز احباب سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد عملی طور پر ایسا قدم اٹھائیں گے جس سے اخبارات سلسلہ کی بنیاد مضبوط ہو جائے اشاعت کا دائرہ وسیع ہو جائے۔ اور موجودہ مالی تنگی دور ہو جائے اور سلسلہ کے اخبارات دنیا کی نگاہ میں نہ صرف مضبوط چٹان طرح سے نظر آئیں۔ بلکہ وہ اپنے حلقۂ اثر کے لحاظ سے دنیا کو وسیع کام کرتے ہوئے نظر آئیں۔

میں قارئین الحکم کی خدمت میں اس اپیل کے ذریعہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ حضرت امیرالمومنین کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے کم از کم الحکم کو اک ایک جدید خریدار جو پیشگی قیمت ادا کر سکے مہیا کریں۔ کہ یہ اس آواز کا حقیقی اور عملی جواب ہے

دفتر اخبار الحکم کی طرف سے ضروری اعلان

خریدار صاحبان کو اس امر کا علم ہونا ضروری ہے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اخبارات سلسلہ کی مشکلات کو ملاحظہ فرما کر اس دفعہ سالانہ جلسہ پر جہاں جماعت کو اخبارات خریدنے کی ہدایات فرمائی تھی وہاں اخبارات کے مالکوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ پیشگی قیمت وصول کریں۔ کیونکہ اسی سے اخبارات کی حالت سنبھل سکتی ہے۔ صرف یہی نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جن اخبارات کے بقائے رہیں گے ہماری ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ ہوگی اس لئے ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ فروری مارچ میں تمام خریداروں سے اس سال کی قیمتیں نقد وصول کر لی جائیں۔ اور جن احباب کی طرف سے قیمت وصول نہ ہوگی۔ مجبوراً ان کے نام اخبار بند کرنا پڑے گا۔

اس لئے میں اس اعلان کے ذریعہ احباب کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ یا تو پیشگی قیمت بذریعہ منی آرڈر مجھے بھیج دیں۔ ورنہ الحکم کا وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں۔

میں مشکور رہوں گا۔

والسلام

محمود احمد عرفانی

سالک کی فریاد

نتیجۂ فکر جناب شیخ خادم حسین صاحب نیاز نئی دہلی

اے وہ صفت میں تیری رحمت ہے پیش پیش ٭ آزردگی طبع شب و روز بیش بیش

ہے نفس جفا کیش نہیں غیر ستم کیش ٭ خالق ہے جفاؤں کا۔ کہاں اور۔ یہی خویش

مصروفِ نقبِ گھر کا ہے بھیدی ہی یہی ایک

دن کو بھی جو کرتا ہے راہزنی یہی ایک

ہے راہِ ہدایت کا یہ قزاقِ پُر اِسرار ٭ کمزور جان کے مجھے ہے درپۂ آزار

تنگ آگیا ہوں اس سے طبیعت ہوئی بیزار ٭ اے عالمِ اسرار مدد۔ رہبرِ ابرار

اے کاش اس سے مخلصی مجھ کو نصیب ہو۔

اپنے قریب کر مجھے میرے قریب ہو۔

میرا حبیب ہو وہ جو تیرا حبیب ہو ٭ محمود ایدہ اللہ کی ترے مجھے الفت نصیب ہو

داعی رہوں ہمیشہ تری بارگاہ میں ٭ سائل رہوں تیرا ہی تو میرا تو مجیب ہو

للہ نظر رحم کی۔ برباد نہ جاؤں

ناکام اس جہاں سے ناشاد نہ جاؤں

المبشر کا دورِ جدید نیا انتظام نیا پروگرام

(۱) رسالہ "المبشر" کی سابقہ پالیسی میں حسب ہدایات جناب ناظر صاحب تالیف و تصنیف بہت سا تغیر واقع کر دیا گیا ہے (۲) یہ واحد علمی و ادبی مجلہ ہے جو جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے شائع ہوتا ہے (۳) اس میں عام رسائل کی طرح مخرب اخلاق افسانے اور حیا سوز غزلیں شائع نہیں ہوتیں (۴) یہ رسالہ نظارت "تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ کا باقاعدہ منظور کردہ ہے (۵) سالانہ قیمت صرف دو روپے معہ طلباء سے صرف ڈیڑھ روپیہ (۶) مستقل خریداروں کو جنوری ۳۸ء کے آخر میں شائع ہونے والا عید قربان نمبر مفت پیش کیا جائے گا۔

مینجر المبشر الحکم سٹریٹ قادیان

سیرت المہدی کا ایک ورق

جناب ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کی زبان سے

(۶)

الہام یا ایہا النبی اطعم الجائع والمعتر کا شانِ نزول

دوسری بار پھر قادیان میں دوسری بار ۱۹۰۷ء میں سالانہ جلسہ پر قادیان آنے کی توفیق ملی۔ گو اس زمانے میں بھی میں طالب علم تھا۔ مگر جماعت کا سکرٹری بھی تھا۔ صدر انجمن نے جماعت کے نمائندوں کو مشاورت کے لئے بلایا تھا۔ مشاورت کا وقت مغرب عشاء کے بعد تھا۔ میں نے صبح آٹھ بجے کھانا کھایا تھا۔ اور میں نے خیال کیا تھا۔ کہ جلدی ہی اجلاس ہو جائے گا۔ تو واپس آکر کھانا کھا لوں گا۔ میں بھی اس اجلاس میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس اجلاس میں خواجہ کمال الدین صاحب۔ خان صاحب برکت علی خان صاحب اور خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب بھی شامل تھے یہ مشاورت رات کے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ اس عرصہ میں لنگر خانہ بند ہو گیا تھا۔ میں اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ ایک خشک ٹکڑا میرے ہاتھ لگ گیا۔ اور میں نے اسے چبانا شروع کیا۔ مگر بھوک بند نہ ہوئی۔ میں ابھی سویا نہیں تھا۔ کہ دروازہ پر دستک ہوئی کہ جو یہاں بھوکا ہو کھانا کھائے۔

دوسرے دن صبح کو

دیکھا کہ حضرت صاحب مسجد مبارک پر کھڑے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح اول بھی ہیں حضور بڑے جوش سے فرما رہے تھے۔ رات کو مہمان بھوکے رہے اور مجھے الہام ہوا۔ یا ایہا النبی اطعم الجائع والمعتر۔

(۷)

تیسری مرتبہ زیارت

مجھے تیسری مرتبہ لاہور میں زیارت کا موقعہ نصیب ہوا۔ اس وقت میں میڈیکل کالج کا طالب علم تھا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۰۸ء کو میں لاہور آگیا تھا ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو حضور لاہور تشریف لے آئے ہم روز جاتے اور زیارت سے شرف یاب ہوتے حضور کا ان ایام میں معمول تھا۔ کہ روزانہ شام سیر کو تشریف لے جاتے۔ حضرت ام المومنین بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ اور بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی گاڑی کے پچھلی طرف کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ الغرض ہم روزانہ حضور کی زیارت سے مشرف ہوتے۔

(۸)

شاہزادہ ابراہیم کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شاہزادہ ابراہیم نے دعوت کی۔ اور دعوت کے طور پر مبلغ پچاس روپے کی رقم بھیج دی۔ حضور نے اس رقم میں اپنی طرف سے اور رقم شامل کر کے روساء لاہور کی دعوت فرمائی۔ اور اس دعوت میں حضور نے بڑے جوش سے ایک تقریر فرمائی۔ جو سب مہمانوں نے سنی تھی۔ دورانِ تقریر میں حضور نے دودھ کا ایک گھونٹ بھی پیا تھا۔

(۹)

آخری تقریر

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری تقریر بھی سنی تھی۔ وہ تقریر آخری تقریر تھی۔ اور ایک قسم کی وصیت تھی۔ اس میں فرمایا تھا۔

"دیکھو ہمارے لئے بڑا خوف کا مقام ہے۔ کروڑوں آدمی ہمارے خلاف ہیں۔ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہ کیا تو ہم دین سے بھی گئے۔ اور دنیا سے بھی گئے"۔

(۱۰)

حضور کی وفات

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شام کو ہم نے تو حضور کو سیر کے لئے رخصت کیا۔ مگر اسی رات کو دس بجے آپ کی وفات ہو گئی۔ ایک مرتبہ لاہور میں حضور کا جنازہ پڑھا گیا۔ پھر جنازہ گاڑی میں رکھ کر بٹالہ لایا گیا۔ بٹالہ سے چارپائی پر رکھ کر قادیان لایا گیا۔ میرا چونکہ قد چھوٹا تھا۔ اس لئے میں نے چارپائی کے پچھلی طرف اپنا سر دے دیا۔ اور اس طرح کئی میل تک چلا آیا۔

جناب سید وزارت حسین صاحب نائب امیر صوبہ بہار کی زبان سے

یہ حالات بھی آپ نے ذکر حبیب کی ایک مجلس میں جو ایام جلسہ میں مسجد اقصےٰ میں نظارت تعلیم و تربیت کے زیر اہتمام منعقد ہوئی بیان فرمائے۔ ایڈیٹر

(۱۱)

کچھ اپنا ذکر

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت غالباً ۱۹۰۰ء میں بذریعہ خط کی تھی۔ ۱۹۰۱ء کی جنوری یا فروری میں جہاں تک مجھے یاد ہے میں قادیان آگیا تھا خط و کتابت کے ذریعہ صرف حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے شناسائی تھی۔ کیونکہ انہی کے ذریعہ مجھے اپنی بیعت کی قبولیت کا علم ہوا تھا۔ اور انہی کے ذریعہ میں نے قادیان آنے کا راستہ معلوم کیا تھا۔

اس زمانہ میں بٹالہ میں گاڑی رات کے بارہ بجے آتی تھی۔ میں رات کو بٹالہ میں اترا۔ اور سرائے میں ٹھہرا۔ صبح نو دس بجے یکہ میں سوار ہو کر قادیان پہونچ گیا۔

(۱۲)

قادیان میں

قادیان میں پہونچ کر میں نے مولوی عبدالکریم صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ کسی نے بتلایا کہ وہ مسجد مبارک کے اوپر رہتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی ان ایام میں یہیں آئے ہوئے تھے۔ اس وقت مولوی عبدالکریم صاحب سے تو ملاقات نہ ہوئی۔ مگر مولوی محمد علی صاحب جو گول کمرے کے اوپر رہتے تھے ملا اور وہیں ٹھہر گیا۔ کھانا لنگر خانہ سے آیا جو میں نے کھا لیا۔ ظہر کی نماز سے قبل حضرت مولوی عبدالکریم صاحب چھت پر آئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ پھر ان کی تحریک پر میرا قیام نواب صاحب کے مکان میں جو اس وقت کچا تھا ہوا۔ اس وقت نواب صاحب کے مکان کے صرف دو کمرے تھے۔ ایک میں مولوی محمد احسن صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور دوسرے میں میں ٹھہرا ہوا تھا۔

حضور کی طبیعت ان ایام میں ناساز تھی۔ اس لئے دو روز تک ملاقات نہ ہو سکی۔ اگرچہ حضور ان ایام علالت میں بھی نمازوں میں تشریف لایا کرتے تھے۔

(۱۳)
حضور سیر کو تشریف لائے

تیسرے دن اعلان ہوا کہ حضور سیر کو تشریف لے جائیں گے۔ چھوٹی مسجد کے پاس منافقین نے ایک دیوار کھڑی کر دی تھی۔ راستہ مسدود تھا۔ اس لئے ہم سب لوگ مرزا سلطان احمد صاحب کے مکان کی نکڑ پر کھڑے حضور کا انتظار کر رہے تھے مولوی محمد علی صاحب مولوی محمد احسن صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور دوسرے احباب حضور کا انتظار کر رہے تھے۔ اس وقت غالباً سات یا آٹھ بجے صبح کا وقت تھا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ حضور نے ایک بڑا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ چھڑی ہاتھ میں تھی۔ سفید پگڑی زیب سر تھی۔ مولوی محمد احسن صاحب نے مجھے پیش کیا۔ تو میں نے السلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے جواب دیا اور مجھے معانقہ کا شرف بخشا ؛

(۱۴)
یہ تو ایک نشان ہیں

مولوی محمد احسن صاحب نے یہ کہہ کر مجھے پیش کیا۔ کہ یہ صوبہ بہار سے آئے ہیں۔ جہاں مولوی حسن علی صاحب مرحوم مسلم مشنری کے بعد اور کوئی احمدی نہیں ہے۔ نہ وہاں کوئی جماعت ہے۔ یہ اول المکفرین مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے خاندان سے ہیں۔ (در حقیقت مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ اور رشتہ میں میرے نانا تھے۔ اور میرے بڑے بھائی کی شادی ان کی بڑی بھتیجی سے ہوئی تھی۔ اسی زمانے میں مولوی نذیر حسین صاحب نے حضرت اقدس کی بڑی مخالفت کی تھی) یہ سنکر حضور نے فرمایا :-

یہ تو ایک نشان ہیں پھر فرمایا۔ اگرچہ تنہا ہیں مگر خدا تعالےٰ اپنے فضل سے وہاں ایک جماعت بنا دے گا۔ چنانچہ ایک سال کے اندر اندر بھاگلپور اور مونگھیر میں جماعت بن گئی۔ اور جس طرح خدا تعالےٰ کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ہم وہاں اکیلے نہ رہے۔

(۱۵)
حضور کا علم عربی

اس زمانے میں حضور اعجاز المسیح تصنیف فرما رہے تھے۔ اور اس کے پروف مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی دیکھا کرتے تھے۔ ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ کہ مولوی محمد احسن صاحب کو پروف دیکھتے ہوئے کسی جگہ حضور کی عبارت میں یہ شبہ ہوا کہ جو لفظ حضور نے استعمال کیا ہے اس کا صلہ آنا چاہیئے۔ مگر حضور نے استعمال نہیں فرمایا۔ مولوی صاحب حضرت اقدس کے پاس پروف لے کر گئے اور اپنا شبہ پیش کیا۔ حضور نے فرمایا۔

"جو کچھ میں نے لکھا ہے صحیح ہے۔ آپ لغت کی کتابیں دیکھ لیں۔"

چنانچہ مولوی صاحب واپس بہت سی لغت کی کتابیں لائے۔ اور مولوی صاحب نے لغت کی کتابوں کی چھان بین کی۔ اور پھر حضور کے پاس گئے۔ اور عرض کی کہ بے شک میری غلطی تھی۔ اور جو کچھ حضور نے لکھا ہے وہ صحیح ہے ؛

(۱۶)
میری دستی بیعت

اس قیام کے دوران میں میں نے کئی دفعہ خود عرض کی۔ اور کئی دفعہ مولوی عبد الکریم صاحب کی معرفت حضور کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میری بیعت لی جائے۔ لیکن حضور یہی فرماتے ابھی جلدی کیا ہے ٹھہرو۔ غالباً میرے آنے کے بعد پہلا یا دوسرا جمعہ تھا۔ جمعہ مسجد اقصےٰ میں ہوا اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھایا۔ نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اب تمہاری بیعت لی جائے گی۔ میں حضور کے سامنے بیٹھ گیا۔ اگرچہ اس وقت اور لوگ بھی بیعت کرنے والے تھے۔ مگر خدا تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر کہ حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا۔ اور باقی لوگوں کے ہاتھ میرے ہاتھ پر تھے۔ اور کچھ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کے وقت میں نے محسوس کیا کہ ایک روشنی حضور کی روح پاک سے نکل کر میرے جسم میں سرایت کر رہی ہے

اس وقت مجھے بڑی خوشی محسوس ہوئی۔ بیعت کے بعد آپ دعا فرما رہے تھے کہ ڈاک والے نے ایک تار پیش کیا۔ مفتی محمد صادق صاحب نے تار لے کر حضور کی اجازت سے کھولا۔ اور خلاصہ مضمون حضور کو سنایا۔ کہ یہ تار سید وزارت حسین صاحب کے والد کا ہے۔ اور ان کی خیریت دریافت کی ہے۔ حضور نے فرمایا۔

ان کی خیریت سے بذریعہ تار اطلاع دے دو

میں چونکہ بغیر اجازت گھر سے چلا آیا تھا۔ اس لئے والد صاحب نے دریافت حال کے لئے تار دیا تھا ؛

(۱۷)
اعجاز المسیح کی تقسیم

ایک ماہ کے بعد میں یہاں سے روانہ ہوا۔ میرے ساتھ ایک امروہہ کے تاجر کتب الٰہی بخش نامی بھی تھے۔ حضور کو یہ علم ہوا۔ کہ ہم دہلی ہو کر جائیں گے۔ تو حضور نے ہم دونوں کو پانچ جلدیں اعجاز المسیح کی دیں۔ کہ دلی کے پانچ معروف عالموں جن کے نام حضور نے ہم کو نوٹ کرکے دیئے تھے۔ اور فرمایا کہ یہ کتاب دست بدست جاکر پہونچا دیں۔ اس وقت حضور نے یہ بھی فرمایا۔ کہ میاں نذیر حسین صاحب شیخ الکل کو یہ کتاب رجسٹری جا چکی ہے۔ اس لئے ان کو یہ کتاب نہیں دی۔ ان پانچ عالموں میں سے میں تین کے نام تو بھول گیا۔ اور دو کے یاد ہیں۔ ایک مولوی تلطف حسین صاحب تھے۔ جو حبش خان کے پھاٹک میں رہتے تھے۔ اور احادیث کی کتابیں شائع کرتے تھے۔ اور دوسرے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مصنف مرأت العروس اور قرآن کریم کے مترجم تھے

جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی
کی قلم سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اکثر یہ طریق تھا۔ کہ آپ بعد نماز ظہر مسجد میں تشریف فرما ہو جاتے اور اپنی پیشانی مبارک کو پکڑ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور دس پندرہ منٹ بالکل خاموشی رہتی تھی۔ آپ کے جاں نثار آپ کے گرد بیٹھے رہتے تھے۔ اور انتظار کرتے تھے کہ آپ بولیں اور ہم سنیں۔ یہ نظارہ بڑا ہی پر لطف ہوا کرتا تھا۔ دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ سب کے سب اپنے پیارے خدا سے وہ کچھ مانگ رہے ہیں جس سے لوگ بے خبر ہیں۔ اور بات بھی یہی تھی کہ جب ہم میں اللہ کا نبی موجود تھا۔ تو ہم پر ایک ایسی حالت طاری ہو جاتی جس سے ہر قلب میں محبت الٰہی جوش مارنے لگتی تھی۔ خدا ہی خدا دلوں میں ہوتا تھا اور ہمیں یہ یقین ہو جاتا تھا کہ اب جو کچھ بھی مانگیں گے ہمارا خدا وہی ہمیں دیدیگا۔ حضور کی خاموشی کا وقفہ کبھی لمبا ہو جاتا تھا۔ تو ہم بھی اپنے دلوں میں اسی قدر دعائیں زیادہ کرتے تھے

حضرت مرزا سعید احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مرزا سعید احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات حسرت آیات کے حالات اور آپ کی سیرت پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے قبلہ نے ایک مضمون سپرد قلم فرمایا ہے۔ جو معاصر "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ حضرت مرزا سعید احمد صاحب کی سیرت پر اس سے بہتر کوئی مضمون نہیں لکھا جا سکتا اس لئے میں اسے ہی الحکم میں شائع کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ مرزا سعید احمد صاحب کا مقام اس لحاظ سے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے پڑپوتے تھے بہت بلند ہے۔ اور آپ کی موت ایسی موت نہیں جس پر ہم خوشی سے گزر جائیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ آپ کی روح کو نہایت بلند درجات کی وارث کرے اور آپ کے پیچھے آپ کا غم کرنے والی لاکھوں روحوں کو تسکین دے۔ اور خاص کر خاندان نبوت کے اس عمیق حزن میں خود ہی ان کی جزا ہو۔

اس مضمون میں سے صرف اسی قدر حصہ شائع کروں گا۔ جس قدر حصہ مرحوم کے ذاتی حالات تک تعلق رکھتا ہے۔ ایڈیٹر

دوستوں کا شکریہ

عزیز سعید احمد کی وفات حسرت آیات کی خبر الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اور اس پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ اور حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور خاکسار اور دیگر افراد خاندان کے نام متعدد دوستوں کی طرف سے ہمدردی کے تار اور خطوط موصول ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ہم ان سب دوستوں کے ممنون ہیں جنہوں نے عزیز مرحوم کی بیماری میں عزیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ اور اس کی وفات پر ہمدردی کا اظہار فرمایا فجزاھم اللہ خیراً۔

بیماری کی ابتدا

عزیز سعید احمد جو گویا رشتہ میں ہمارا پوتا تھا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑپوتا اور مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔اے کا لڑکا تھا۔ ایک بہت ہی سعید فطرت۔ شریف مزاج۔ ہوشیار اور ہونہار بچہ تھا اپنی طبیعت میں صبر و شکر اور ضبط کا خاص مادہ رکھتا تھا ۱۹۳۴ء میں اس نے پنجاب یونیورسٹی سے بہت اچھے نمبر لے کر بی۔اے پاس کیا۔ اور اسی سال کے آخر میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ولائت گیا۔ جہاں اس نے ۱۹۳۶ء میں لنڈن یونیورسٹی سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور اسی سال یعنی ۱۹۳۶ء میں مرحوم نے آئی۔سی۔ایس کا بھی امتحان دیا۔ مگر چونکہ بی۔اے آنرز کا بوجھ ساتھ تھا۔ اس لئے گو اچھے نمبروں پر پاس ہو گیا مگر مقابلہ میں نہیں آ سکا۔ لیکن اس ناکامی سے عزیز سعید احمد کو کوئی صدمہ نہیں ہوا۔ کیونکہ جیسا کہ اس نے مجھے اپنے متعدد خطوں میں خود لکھا تھا وہ ملازمت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اور اس کی خواہش تھی کہ آزاد رہ کر ملک و قوم کی خدمت کرے۔ چنانچہ اس کے بعد مرحوم بیرسٹری کی تیاری میں مصروف رہا۔ اور اس کے متعدد امتحانات پاس کئے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی۔ اواخر ستمبر ۱۹۳۷ء کے آخر میں عزیز کی صحت خراب رہنے لگی۔ اس اطلاع کے آنے پر فوراً یہ ہدایت بھجوائی گئی۔ کہ عزیز سعید احمد کو کسی ماہر ڈاکٹر کو دکھا لیا جائے۔ مگر چونکہ عزیز مرحوم اپنی طبیعت کے لحاظ سے اپنے لئے کسی خاص انتظام کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے یہ ڈاکٹری امتحان نومبر کے آخر تک ملتوی ہو گیا۔ اور اس دوران میں عزیز بطور خود ایک عام ڈاکٹر سے علاج کراتا رہا۔ اور ہر طرح خوش اور تسلی یافتہ تھا۔ اور درمیان میں بعض اوقات طبیعت اچھی بھی ہو جاتی رہی۔

تشویشناک حالت

نومبر کے آخر میں جب ایک ماہر ڈاکٹر نے عزیز سعید احمد کا ایکسرے کے ذریعہ امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ عزیز کو سخت قسم کی جلد جلد بڑھنے والی سل ہے اور یہ کہ بیماری کافی ترقی کر چکی ہے۔ اس پر سخت تشویش ہوئی اور عزیز سعید احمد کو فوراً درد صاحب نے لنڈن کے مشہور برامٹن ہسپتال میں داخل کرا کے علاج شروع کرا دیا۔ مگر اس وقت گو ظاہری طور پر حالت ایسی خراب نہیں تھی۔ مگر بیماری اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ شروع سے ہی ڈاکٹر نے مرض کو لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ حضرت امیر المؤمنین کے مشورہ کے ماتحت یہاں سے تار بھجوائی گئی کہ اگر حالت سفر کے قابل ہو تو فوراً ہندوستان بھجوانے کا انتظام کیا جائے۔ مگر ڈاکٹر نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے ناچار وہیں علاج کرایا گیا۔ اور گو ولائت کا بہترین ہسپتال اور بہترین علاج میسر تھا۔ اور درمیان میں کچھ سنبھالے بھی آتے رہے مگر فی الجملہ حالت دن بدن گرتی گئی۔

عزیز مرحوم کے والد کی ولایت کو روانگی

اس اثنا میں یہ تجویز بھی کی گئی۔ کہ عزیز مرحوم کے والد یعنی عزیز مکرم مرزا عزیز احمد صاحب خود ولائت چلے جائیں۔ اور جب بھی عزیز کی حالت سنبھلے اسے واپس لے آئیں۔ مگر بعض وجوہ سے اس تجویز میں بھی نقصان کے پہلو دیکھے گئے۔ اور اس طرح ۱۹۳۸ء کا ابتداء آ گیا۔ اس وقت سارے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ آخری فیصلہ ہوا۔ کہ مرزا عزیز احمد صاحب ہوائی جہاز کے ذریعہ فوراً ولائت تشریف لے جائیں۔ تا کہ اگر عزیز کی حالت سفر کے قابل نہ ہو۔ تو کم از کم وہ اسے دیکھ ہی لیں۔ کیونکہ اس عرصہ میں خود مرحوم نے بھی اشارہ کنایہ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کہ میرے ابا جان لنڈن آ جائیں تو اچھی بات ہے۔ کیونکہ اس بہانہ سے ان کی سیر بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ اصل تجویز کو جو سمندر کے راستہ سفر کرنے کی تھی ترک کر کے مرزا عزیز احمد صاحب ۶ جنوری ۱۹۳۸ء کو کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے۔ اور ۱۰ جنوری کو بروز پیر شام کے بعد لنڈن پہونچ گئے۔

باپ بیٹے کی ملاقات

جاتے ہی عزیز سعید احمد کے پاس ہسپتال میں پہونچے عزیز بہت کمزور ہو رہا تھا اور گو ہوش و حواس اچھی طرح قائم تھے۔ اور باپ بیٹے میں معمولی باتیں ہوئیں۔ مگر بیمار کی تکلیف اور کوفت کے خیال سے مرزا عزیز احمد صاحب اس کے پاس زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اور نصف گھنٹہ کے بعد عزیز سے رخصت ہو کر قریب کے ہوٹل میں تشریف لے آئے۔ جہاں بوجہ اس کے کہ خود ہسپتال کے اندر کسی کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان کے لئے انتظام کیا گیا تھا۔ اس رات عزیز مرحوم کو ساری رات باوجود نیند کی دوائی کے نیند نہیں آئی۔ اور گھبراہٹ اور بے خوابی کی حالت رہی۔ جس کی وجہ غالباً وہ اعصابی دھکا تھا جو اسے اپنی موجودہ حالت میں باپ سے ملنے سے طبعاً لگا ہوگا۔

دوسرے دن گیارہ بجے صبح کو جب عزیز سعید احمد کو ملنے کے لئے اس کے والد صاحب دوبارہ گئے۔ تو اس کے بعد جلد ہی اسے جلدی جلدی سانس آنا شروع ہو گیا اور تنفس اکھڑ گیا۔ اور تیسرے دن یعنی بدھ کے روز تو حالت بہت ہی نازک ہو گئی۔ اور مرحوم کو ایک قسم کی غنودگی سی رہنے لگی۔ اس حالت میں بھی جب مرزا عزیز احمد صاحب اس کے پاس گئے۔ تو ایک تنہائی کا موقعہ پا کر مرحوم نے اپنے ابا جان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چوما اور کہا ابا جی فکر نہ کرنا۔

وفات

بس اس کے بعد عزیز سعید احمد نہیں بول سکا کیونکہ کمزوری بہت تھی۔ اور اس کے ساتھ غنودگی بھی تھی۔ اور ڈاکٹر نے بھی آرام کے خیال سے مزید غنودگی کی دوائی دے رکھی تھی۔ یہی غنودگی کی حالت وفات تک جاری رہی۔ اور بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو صبح سوا دو بجے کے قریب عزیز کی روح جسد عنصری سے پرواز کرکے اپنے مالکِ حقیقی کے پاس پہونچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ونرضی بما یرضی بہ اللہ۔

نہائت تلخ جدائی

موت تو ہر انسان کے لئے مقدر ہے۔ اور ایک اسلام واحمدیت کی فضا میں تربیت یافتہ شخص ہر صدمہ میں رضا کے سبق کو مقدم رکھتا ہے۔ اور ہم بھی خدا کے فضل سے اس سبق کو نہیں بھولے مگر جن حالات میں عزیز مرحوم کی وفات ہوئی ہے انہوں نے اس کی جدائی کو بہت ہی تلخ بنا دیا ہے۔ نوجوان (ابھی عزیز اپنی عمر کے پچیس سال بھی پورے نہیں کر سکا تھا) سعید الفطرت۔ شریف مزاج۔ صابر شاکر بڑوں کا حد درجہ مؤدب اور چھوٹوں کے لئے نہائت شفیق۔ رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بہت محبت کرنے والا اور تعلقات کے نبھانے میں کسی قربانی سے دریغ نہ کرنے والا پھر نہائت قابل اور نہائت ہونہار ملک وقوم کی خدمت کا خاص جذبہ رکھنے والا۔ غربا اور مساکین کا دلی ہمدرد۔ یہ وہ صفات تھیں۔ جو مرحوم میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں۔ اگر ان صفات کا مالک نوجوان عین الشتی جوانی کے عالم میں جبکہ وہ زندگی کی کش مکش میں داخل ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔ اور حصول تعلیم کی آخری کڑیوں پر پہونچ چکا تھا۔ اور اس کے اوصافِ حسنہ کی وجہ سے اس کے ساتھ بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ اچانک فوت ہو جائے اور فوت بھی ایسی حالت میں ہو۔ کہ وہ وطن سے چھ ہزار میل پر اپنے عزیزوں سے دور ہسپتال کے ایک علیحدہ کمرہ میں تنہائی میں پڑا ہوا ہو۔ تو انسانی فطرت جس کے اندر خالق فطرت نے خود اپنے ہاتھ سے جذبات کا خمیر دیا ہے انتہائی صدمہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور ہم اس صدمہ سے بالا نہیں۔ بلکہ شائد جذبات کی دنیا میں دوسروں سے کچھ آگے ہی ہوں۔ مگر ہمارا مقدم فرض ہے جو ہمیں اپنے خدا سے جوڑتا ہے۔ اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے خدا کا ہر فعل خواہ وہ ظاہر میں کتنا ہی تلخ اثر رکھتا ہو اپنے اندر نہ صرف انتہائی حکمت رکھتا ہے۔ بلکہ اس کی گہرائیوں میں سراسر رحمت ہی رحمت مخفی ہوتی ہے۔ پس ہم خدا کی دی ہوئی امانت کو صبر اور رضا کے ہاتھوں سے خدا کے سپرد کرتے ہیں اور اس کے اس امتحان کو جو خواہ بظاہر کس قدر ہی بھاری ہے۔ مگر بہر حال وہ ہماری بہتری کے لئے ہے دلی انشراح کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ اللھم تقبل منا انک انت السمیع الدعاء

مرحوم کی قابل ستائش عادات

مرحوم یوں تو اپنا عزیز ہی تھا۔ مگر گذشتہ تین سال سے جبکہ وہ ولائت میں تھا۔ وہ گویا ایک طرح سے میری ولائت میں بھی تھا۔ یعنی اس کی تعلیمی نگرانی اور اسے اخراجات وغیرہ بھجوانے کا انتظام میرے سپرد تھا اور اس تین سال کے لمبے عرصہ میں قریباً ہر ہفتہ میں میرے پاس اس کا خط آیا۔ اور میں نے ہر ہفتہ اُسے خط لکھا۔ مجھے اس نے اس عرصہ میں اپنے کسی لفظ کسی تحریر کسی انداز سے شکائت کا موقعہ نہیں دیا۔ بعض اوقات اگر زائد خرچ کے مطالبہ کا سوال آیا۔ تو مرحوم نے ایسے انداز میں مطالبہ کیا کہ نہ صرف مجھے اسے کبھی بُرا نہیں مانا بلکہ اکثر اوقات اسکے زائد مطالبات کو پورا کرنے میں خوشی محسوس کی۔ اس سارے عرصہ میں صرف ایک دفعہ ایسا موقعہ آیا۔ کہ مرحوم نے اپنے خط میں ایک تیسرے شخص کے متعلق ایک ایسا لفظ لکھا جو مجھے گراں گزرا مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خط کے بھجوانے کے معاً بعد عزیز مرحوم کو اپنی غلطی محسوس ہوئی چنانچہ جب میں نے جواب میں نصیحۃً اسے اس کی غلطی کیطرف توجہ دلائی۔ تو اس کا فوراً جواب آیا۔ کہ میں نے اپنی غلطی محسوس کرلی ہے۔ اور میں بلا تامل معافی مانگتا ہوں۔ اور ساتھ ہی وجہ بھی لکھی۔ کہ اس اس وجہ سے میری طبیعت اپنے رستہ سے کسی قدر اکھڑ گئی تھی۔ مگر انشاء اللہ آئیندہ ایسا نہیں ہوگا۔ جو وجہ عزیز نے لکھی تھی وہ واقعی ایک حد تک اسے معذور ثابت کرتی تھی۔ پھر جب عزیز سعید احمد آئی۔ سی۔ ایس میں پاس تو ہوگیا۔ مگر مقابلہ میں نہ آسکا۔ اور عزیز مظفر احمد مقابلہ میں آگیا۔ تو عزیز سعید احمد نے مجھے مظفر کی کامیابی پر مبارکباد لکھی۔ مگر ساتھ ہی لکھا۔ کہ میں مبارکباد اس لئے دے رہا ہوں۔ کہ مظفر کو اور آپکو کامیابی کی خوشی ہوگی۔ ورنہ ویسے میں مظفر کے متعلق سمجھتا ہوں۔ کہ وہ چونکہ قابل اور ہونہار ہے۔ اگر وُہ آزادرہ کر خدمت کرتا تو بہتر تھا۔ اور لکھا کہ میں تو صرف والد صاحب کے زور دینے سے آئی سی۔ ایس کا امتحان دیتا رہا ہوں۔ ورنہ مجھے ملازمت ہرگز پسند نہیں۔ اور گو مجھے والد صاحب کی وجہ سے اپنی ناکامی کا افسوس ہے۔ مگر اپنے خیال کے لحاظ سے میں خوش ہوں کہ اچھا ہوا۔

میں نے عزیز سعید احمد کی مبارکباد کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ساتھ ہی لکھا۔ کہ عزیز مظفر احمد کا آئی۔ سی۔ ایس میں جانا اس کی اپنی یا میری خواہش کے نتیجہ میں نہیں ہے بلکہ مشورہ کے ماتحت وسیع تر قومی مفاد کے خیال سے یہ رستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اور گو آزاد پیشہ عام طور پر اچھا ہوتا ہے مگر اچھی نیت کے ماتحت بعض اوقات ملازمت بھی آزاد پیشہ کیطرح اعلےٰ خدمت کا رنگ رکھتی ہے جس سے عزیز سعید احمد نے اتفاق کیا۔

سوشلزم کا مطالعہ

چونکہ مرحوم میں غربا کی ہمدردی کا مادہ بہت تھا اس لئے چند ماہ سے عزیز سعید احمد نے سوشلزم کا بھی مطالعہ شروع کر رکھا تھا۔ تاکہ معلوم ہوسکے کہ سوشلزم غربا کے لئے کس کس رنگ میں امداد اور فائدہ کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس پر میں نے مرحوم کو لکھا تھا۔ اس مطالعہ کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم کا بھی مطالعہ رکھو تاکہ صحیح موازنہ کرنے میں مدد ملے۔ چنانچہ میں نے عزیز مرحوم کو اسلامی مسائل زکوٰۃ اور تقسیم ورثہ اور سود کے متعلق کچھ نوٹ بھی لکھ کر بھیجے تھے۔ اور بتایا تھا کہ غربا کی امداد اور دولت کی مناسب اور واجبی تقسیم کے متعلق جو اصول اسلام نے پیش کر دیئے ہیں اس پر سوشلزم قطعاً کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔ بلکہ اکثر جگہ سوشلزم نے ٹھوکر کھائی ہے۔ عزیز اس قسم کی علمی خط وکتابت سے بہت خوش ہوتا تھا۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

جذبۂ قربانی وانکسار

مرحوم جب اس آخری بیماری میں مبتلا ہوا تو شروع میں اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ کہ یہ مرض سل ہے۔ لیکن چونکہ عزیز سعید احمد کے جسم کی کمزوری کی وجہ سے شبہ ہوتا تھا۔ اس لئے احتیاطاً تاکیدی خط لکھا گیا کہ کسی ماہر امراض سینہ کو دکھا لیا جائے۔ لیکن مرحوم نے محض اس خیال سے کہ بری وجہ اتنی تکلیف کیوں اٹھائی جائے۔ اور اس قدر اہتمام کیوں کیا جائے۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ یونہی ایک قسم کی عام بیماری ہے سینہ کے امتحان کو ٹالے رکھا حتے کہ اندر ہی اندر بیماری ترقی کرگئی۔ اور سینے کے امتحان کے وقت تک خطرناک صورت اختیار کرگئی یقیناً مرحوم کی یہ ایک غلطی تھی۔ مگر اس غلطی کی تہ میں بھی وہی جذبہ انکسار و قربانی کام کر رہا تھا جو مرحوم کا خاصہ تھا۔ بیماری کے آخری ایام میں جبکہ بیماری کے خطرناک ہونے کا اُسے علم ہوگیا تھا۔ سعید کے دل میں یہ خواہش موجزن تھی۔ کہ وہ اپنے ابا جان سے مل لے۔ مگر اسی جذبہ نے جس پر وہ اب اپنے آپکو مسرت کے ساتھ قربان کرتا جاتا تھا۔ اسے اس خواہش کا اظہار نہیں کرنے دیا۔ اور جب بھی اس کے سامنے ذکر آیا۔ اس نے یہی کہا۔ کہ میری خاطر ابا جان تکلیف نہ کریں۔ لیکن جب ہم نے بالآخر اسے اپنے فیصلہ کی اطلاع دی۔ کہ تمہارے ابا جان وہاں آرہے ہیں۔ تو اس کے دبے ہوئے جذبات باہر آگئے۔ اور اس نے اس خبر پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ ولائت کے قیام کے متعلق مرحوم کا کام اس تعلق میں بھی یادگار رہے گا۔ کہ جو ایک

مکتوبات احمدیہ

(ا)

الحکم کو ہمیشہ سے یہ فخر حاصل رہا ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **سیرت طیبہ۔ روایات مکتوبات۔ ملفوظات** وغیرہ کی اشاعت کا اہتمام رہا ہے گذشتہ چار سال میں پندرہ سو سے زائد سیرت کے متعلق روایات شائع ہو چکی ہیں۔ اور اسی طرح مکتوبات وغیرہ کی اشاعت ہوتی رہی ہے۔ اس سال بھی ایسے خطوط جو غیر مطبوعہ ہیں کی اشاعت کا اہتمام میرے مد نظر ہے۔ وباللہ التوفیق آج کی اشاعت میں مولوی عبدالرحیم صاحب کے نام ایک خط ہے۔ جو اپنے مطالب کے لحاظ سے نہایت اہم امور کو ظاہر کرتا ہے۔ ایڈیٹر

خط عام رسم الخط میں

۱۰ دسمبر ۱۹۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپکا خط مجھ کو ملا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق کئی نشان میری تائید میں ظاہر ہونے والے ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جلد ظاہر ہونگے۔ اس لئے میرے نزدیک بالفعل مباہلہ کی ضرورت نہیں۔ آپ ان آسمانی نشانوں کے منتظر رہیں۔ باقی سب خیریت ہے۔ اور اخویم ذوالفقار علی خان اور تمام دوستوں کو السلام علیکم۔

خاکسار۔ دستخط۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عکس خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط مجھ کو ملا چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق کئی نشان میری تائید میں ظاہر ہونے والے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جلد ظاہر ہونگے اس لئے میرے نزدیک بالفعل مباہلہ کی ضرورت نہیں ہے آپ ان آسمانی نشانوں کے منتظر رہیں باقی سب خیریت ہے اور اخویم ذوالفقار علی خان اور تمام دوستوں کو السلام علیکم

خاکسار [illegible]

عکس لفافہ

[illegible] رحمت بازار [illegible]

بخدمت [illegible] عبدالرحیم صاحب [illegible]

[illegible]

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے نمونے

حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر کا نمونہ

الحکم میں اس سال ارادہ کیا گیا ہے۔ کہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کے نمونے بھی شائع کئے جائیں۔ تاکہ آنے والی نسلیں ان بزرگوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں دیکھ کر خوش وقت ہوں۔

آج کی اشاعت میں حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جماعت سیالکوٹ کے ہی نہیں بلکہ ساری جماعت میں اپنی شخصیت کے خاص بزرگ تھے کے خط کا نمونہ سے اس باب کی ابتدا کرتا ہوں

ایڈیٹر

2-3-14

بسم اللہ نحمدہ و نصلی [illegible]

مکرمی اخویم شیخ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں آپ کی [illegible] کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ [illegible]

[illegible] آیا اور پھر [illegible]

پھر واپس آیا ہوں [illegible] سے پھر دورہ شروع ہے۔

[illegible]

[illegible] الفضل [illegible] الحکم کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] والسلام [illegible]

اخویم مکرم جناب شیخ یعقوب علی صاحب

تراب

قادیان

ضلع گورداسپور

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

بغداد سے نصیبین

موصل

(قسط ۳)

موصل

موصل ایک پرانا شہر ہے۔ تاریخ اسلام میں اور اسلام کی تاریخ سے پیشتر بھی یہاں بہت سے ایسے حوادث ہوئے جو تاریخ میں ہمیشہ کے لئے درج کئے گئے۔ مگر میں موصل کی تاریخ اور گذشتہ عظمت کو اس جگہ بیان نہیں کرنا چاہتا۔

موصل کو نینوے کی طرف سے داخل ہونے کے لئے دریا کو کشتیوں کے پل پر سے عبور کرنا پڑتا ہے دریا کے ہیکل کے ساتھ بلند و بالا مکان کھڑے ہیں جو اس شہر کی عظمت کا پتہ دیتے ہیں۔ تجارتی کاروبار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اس کام میں ہوشیار معلوم ہوتے ہیں۔ پل کے بالکل پاس ہی حضرت یونس کا مزار ہے۔ وہ اسوقت بند تھا۔ اور ہم اندر نہ جا سکے۔ باہر ہی سے اس نبی کے مزار کو دیکھا۔ پل کو عبور کر کے چڑھائی سر پہ ایک خان یعنی تجارتی سرائے تھی۔ اس میں ہمارے ساتھی نے مالٹوں کے ٹوکرے اتروا دیئے۔ نوعمر لڑکے جو دلالہ کا کام سیکھ رہے تھے۔ اس نوآموز تاجر کی عقل مارنے لگے۔ اور اسے یہ کہہ کر پریشان کرنے لگے۔ کہ مالٹے کا بھاؤ بہت گر گیا ہے۔

تھوڑی سی پریشانی کے بعد چاروں طرف سے اسے گھیرا ہونے لگا۔ اور قہوہ خانوں کی طرف کھینچا جانے لگا۔ جب ہمارا ساتھی اتر گیا۔ تو ہم کو موٹر والے نے اپنے گراج میں لے جا کر اتارا جس کے سر پر ہی ایک ہوٹل تھا۔ ہم نے سامان اٹھا کر اس ہوٹل میں لے جا رکھا۔ ہوٹل اچھی تھی اور بڑی سڑک پر تھا اس کا نام سنٹرل ہوٹل تھا۔

کمرے میں سامان وغیرہ رکھ کر ہم بازار کی سیر اور پاسپورٹ آفس میں اپنے پاسپورٹ تسجیل کے لئے نکلے۔ ہوٹل کے نیچے بڑی سڑک، مرمت کا کام ہو رہا تھا۔

قیدی اور یہ کام قیدی کر رہے تھے۔ تقریباً پچاس قیدیوں کی جماعت لوہے کے رولروں میں جتی ہوئی تھی۔ ان کے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں زنجیر تھے۔ اور پاؤں میں بیڑیاں۔ ان کے گرد سخت اور ترش رو سپاہی بندوقیں اٹھائے کھڑے تھے۔ اور وہ مجرم جنہوں نے زمین کی حکومت کی خلاف ورزی کی تھی۔ اپنے ہاتھ کے بوئے پھل کاٹ رہے تھے۔ ایک دوسری جماعت پتھر توڑنے پر لگی ہوئی تھی۔ پتھروں کے ڈھیر ان کے سامنے تھے اور ان کے سر پر اس طرح سخت بندوقوں سنگینوں کا پہرہ تھا۔ یہ نظارہ میرے لئے بڑا پر رعب اور پر ہیبت تھا۔ اور میں نے کہا کہ سچ ہے

تلك بما كسبت ايديكم

ان لوگوں نے امن عامہ میں خلل اندازی کی۔ اور زمین میں فساد ڈالا۔ حکومت کے نظام کو توڑا۔ اور حیوانیت اختیار کی۔ پس حکومت نے بھی ان سے گدھے بیل اور خچر کا کام لینا شروع کر دیا۔ اور انسانی سوسائٹی میں سے ان کو گرا دیا۔ یہ انسان ہیں مگر انسانوں سے بدتر۔ ان کی زندگی انسانی معیار سے گرا دی گئی۔ اس لئے کہ انہوں نے خود اس راہ کو اختیار کیا۔ لوگ دیکھتے ہیں اور رحم نہیں کھاتے۔ کیا یہ دنیا میں بغیر رشتہ داروں اور ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ پھر کیوں آج کوئی ہمدرد نہیں بنتا۔ اور کوئی ان کے اس حال پر آنسو نہیں بہاتا۔ میرے اندر سے آواز آئی کہ حق ہے

لا تزر وازرة وزر اخرى

پس جب یہ حال دنیا میں . . . . . . اعمال کا ہے۔ اور یہ سزا حکومتوں کے نظام کو توڑنے کی ہے تو آسمانی نظام کے توڑنے والے مجرم کیسے اپنی سزاؤں سے بچ سکتے ہیں۔ کیوں انبیاء کے منہ چڑانے والے دائرہ انسان سے نکال کر بندروں کی طرح ذلیل نہ کئے جائیں۔ بے شک بے شک عقل اس سزا کو تجویز کرتی ہے۔ اسی لئے فطرت کے مطابق فرمایا

كونوا قردة خاسئين

جبکہ اس دنیا کا ہر اعمال لکھ لیا جاتا ہے۔ اور وقت آتا ہے کہ اندھیرے میں بوئے ہوئے بیج روشنی میں کاٹے جائیں۔ اور دنیا دیکھتی ہے۔ کہ کس نے کیا بویا تھا۔ پس آسمان کی مخالفت کا بیج بھی اسوقت کاٹا جائے گا۔ جبکہ ساری دنیا جمع ہو جائیگی۔

ان الدنيا مزرعة الآخرة

اور اس وقت اسی طرح زنجیریں اور بیڑیاں ہوں گی۔

انا اعتدنا للكافرين سلاسل واغلالا وسعيرا

میں کچھ دیر کے لئے وجد سے محو ہو گیا۔ ایک حالت استغراق طاری ہو گئی۔ اور میں موصل کی سڑک پر سے کھڑے کھڑے عالم فنا۔ عالم حشر اور دوزخ و نار کے مشاہدے کرنے لگا۔ مجھے وہاں بھی شداد و غلاظ سپاہی کھڑے نظر آئے۔

میں اس حالت سے پھر پلٹا۔ اور عالم اعمال کی سیر کرنے لگا۔ عمل اور اس کے نتائج کے دقیق اور باریک خلیج کی تہ میں یوں اترتا چلا جا رہا تھا۔ جیسے کوئی ماہر تیراک سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو۔ میں نے ہر حرکت اور سکون کے نتائج کو سامنے کھڑا دیکھا۔ یہ فلسفہ لطیف اور یہ ذوق تسلیم اگرچہ لذیذ ہے مگر میرے مضمون سے دور از بعید ہے اس لئے میں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ انسان کی چھوٹی چھوٹی حرکتیں فضا میں گونجتی رہتی ہیں۔ اور وہ آہستہ آہستہ اپنے ساتھ اسی قسم کی حرکات ملاتی رہتی ہیں جتنے کہ وہ ایک طوفان بنجاتا ہے۔ اور انسان اس میں بہ نکلتا ہے۔

جیسے پہاڑ کی چوٹی سے کسی پرندے کے اڑنے کی حرکت سے کوئی کنکری گرتی ہے تو وہ نیچے جاتی جاتی اور چھوٹی کنکریوں کو ساتھ لے لیتی ہے چند کنکریاں ملکر اپنے سے بڑے پتھروں کو نیچے دھکیلتی ہیں۔ اور اس طرح وہ بڑے بڑے بلند و بالا پتھروں کو اپنی جگہ سے نکال کر زمین کے عمیق گڑھوں میں ڈالتی ہیں۔ یہ نظارہ انسان کی آنکھوں کے سامنے آسانی سے آ سکتا ہے۔

مجھے اس لطیف اور گہرے فلسفے میں بہت سے سبق ملے۔ اور اس میں سے یوں گزر رہا تھا۔ جیسے کوئی کسی کھلی کتاب کے صفحات میں سے گذر جاتا ہے۔ پس اگر کبھی خدا نے توفیق دی اعمال اور اسکے نتائج کے متعلق پھر لکھوں گا۔ کہ بحث لذیذ و لطیف ہے میں اس مطالعہ عبرت سے کسی سپاہی کی ڈانٹ سے چونکا۔ جو کسی مجرم کو ڈانٹ رہا تھا۔ اور میں نے استغفار اور لاحول پڑھے۔ الامان والحفیظ کہہ کر آگے کی طرف چلتا ہوا۔

پاسپورٹ آفس

پاسپورٹ آفس میں ہمارا اچھی طرح ویلکم کیا گیا اور ہم کو عزت سے مخاطب کیا گیا۔

پولیس آفیسر نے مجھے حیرانی سے کہا۔ کہ آپ پہلے ہندوستانی ہیں جن کا میں اندراج اس راستے سے کرنے لگا ہوں۔ اور خوبی یہ ہے کہ آپ ہی بھی

اخبار نویس۔ معمولی شکریہ کے الفاظ دونوں طرف سے دہرائے گئے۔ اور میرے اور میرے بھائی کے پاسپورٹوں پر فوراً مہر لگا دی گئی۔

پاسپورٹ آفس سے نکل کر ہم نے موصل کو دیکھنے کے ارادے سے ایک گاڑی کی۔ اور اسے کہا کہ ہم کو ایک گھنٹہ تک موصل کی سیر کراؤ۔ وہ مختلف سڑکوں پر سے گذرتا ہوا حضرت شیث علیہ السلام کے مقبرے کے پاس ہم کو لے کر نکلا۔ یہ مقبرہ کی زیارت کی۔ اور آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

موصل میں فیشن کا عورتوں پر زیادہ اثر تھا۔ اور باوجود اس کے قبرستانوں میں اس دن جگہ جگہ عورتوں کو قبروں کے پاس بیٹھے دیکھا۔ اور یہ اجتماع شہر کے چاروں طرف تھا۔ کیونکہ قبرستان بھی شہر کے چاروں طرف تھا۔

مختلف بازاروں اور سڑکوں پر سے گذر کر ہم پھر اپنے ہوٹل کو آئے۔ تاکہ نصیبین جانے کے لئے کسی موٹر کا انتظام کریں۔ افریقن حبشی شنبو ڈرائیور ہمارے پاس آیا۔ اور اس نے دو دو پونڈ کرایہ مانگا۔ ہم نے اسے کہا جب جانا ہوگا تم سے بات کریں گے۔ اور اسے رخصت کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم خود پھر اس تلاش میں نکلے کہ کسی اور موٹر کا پتہ لگائیں۔ کیونکہ صبح ہم روانہ ہونا چاہتے تھے۔

سید ابراہیم صاحب بکرمی

جونہی ہم آگے بڑھے۔ ہم نے ایک وجیہہ خوبصورت اور خوش رو انسان ایک مکان کے سامنے کھڑا دیکھا جو ہماری طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ کہ گویا وہ ہم سے کلام کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے اس کی توجہ سے فائدہ اٹھا کر السلام علیکم کہا۔ اور موٹر کے متعلق پوچھا۔ اس نے خندہ پیشانی جواب دیا اور کہا کہ بسم اللہ اندر آیئے سب انتظام ہو جائے گا۔ اندر ایک بڑی بلڈنگ تھی جس میں کئی قسم کے سٹور تھے۔ ایک کمرے میں ہم داخل ہوئے۔ اندر ایک اور نوجوان ملا۔ جو ہندوستانی تھا۔ یہ صاحب اور وہ نوجوان پرانے کوٹوں کی تجارت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ دراصل بندرو کے رہنے والے ہیں۔ ہمارا اچھا ویلکم کیا۔ چار منگوائی گئی۔ اور اس کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ ہمارے دوستوں شیخ منظور واحد صاحب اور حاجی عبداللطیف صاحب کے دوستوں سے ہیں۔ بہت محبت کا اظہار کرتے رہے۔ ہم کو بھی موصل میں ان کا وجود غنیمت معلوم ہونے لگا۔ ان کا نام سید ابراہیم بکرمی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ہمارے لئے موٹر کا انتظام کر دیا۔ یہ موٹر ایک لاری تھی جو پرانی تھی۔ اس وقت ہم نے اسے دیکھا نہ تھا۔ ورنہ ہم اس پر سوار نہ ہوتے۔

مگر میں یہ یادداشت آئندہ سفر کرنے والوں کے لئے چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ ایسے موقعوں پر موٹر کو دیکھ لیا کریں۔ اور عام طور پر نئے موٹر لمبے سفر کے لئے کرایہ کریں۔ انہوں نے ہمارے لئے یہ انتظام کر دیا کہ ہم ڈرائیور کے ساتھ آگے کی طرف بیٹھ جائیں۔ اس سے ہم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اس انتظام سے فارغ ہو کر انہوں نے ہم سے پوچھا کہ کوئی اور خدمت ہو تو تبلاؤ۔

اخبار نویس کی تلاش

میں نے کہا یہاں کوئی اخبار نویس ہو تو تبلاؤ۔ انہوں کہا ہاں یہاں سے ایک اخبار تو نکلتا ہے مگر مجھے اس کا دفتر معلوم نہیں۔ لیکن چلو تلاش کر لیتے ہیں۔ اخبار کے دفتر کی تلاش میں ہم ادھر ادھر پھرتے رہے۔ آخر ایک جگہ سے انہوں نے پتہ لگایا کہ اخبار بند ہو گیا ہے اور اخبار نویس یہاں سے چلا گیا ہے۔ اب شام ہو رہی تھی ہم نے اجازت چاہی۔ انہوں نے کہا کہ اب کہاں جاؤ گے۔ ہم نے کہا کہ ہم تو سیدھے ہوٹل میں جائیں گے۔ تو سید صاحب نے ہم کو ہوٹل کے دروازے پر آ کر چھوڑا۔ اور مغرب کے بعد آنے کا وعدہ کیا۔

قہوہ خانہ

مغرب کی نماز کے بعد ہم ابھی کھانا کھا رہے تھے کہ سید صاحب آ گئے۔ ہم نے کھانے کے لئے بہت کہا۔ چار کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے کچھ نہ مانا۔ بہت خندہ پیشانی ملے۔ اور ہم کو کہا کہ چلو موصل کا ایک قہوہ خانہ بھی دیکھ چھوڑو۔ اخبار نویس کو ہر جگہ جانا چاہئے تاکہ علم رہے۔ ہم ان کے ساتھ ہوئے اور ایک قہوہ خانے میں گئے۔ جو دوسری چھت پر تھا۔

سید صاحب نے تبلایا کہ یہ قہوہ پرانے خیال کے لوگوں کا ہے۔

قہوہ خانہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کہیں بیٹھنے کو جگہ نظر نہیں آتی تھی۔ قہوچی نے سید صاحب کے ساتھ ہم کو مرحبا کہی اور وسط میں جانے کے لئے کہا۔ جب ہم وسط میں گئے تو چند بڈھے وہاں بیٹھے تھے۔ جو اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ مرحبا مرحبا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چاروں طرف سے سلام ہونے لگے۔ اور سب نے مصافحے کئے اور ہمارے لئے جگہ کھول دی۔ اس جگہ ٹیک دار بنچ پڑے ہوئے تھے۔ اور ان کی شکل اسطرح تھی۔

اکیلہ

ابھی چاروں طرف سے خوش آمدید کے کلمات پوری طرح سن بھی نہ چکے تھے۔ کہ ایک پیر مرد نے خادم کو آواز دی۔ اور اشارے سے حکم دے دیا۔ چائے آگئی اور ہم اسے پینے لگے۔

مجالست کی باتیں ہوتی تھیں۔ اور کچھ ہندوستان کے حالات پر بحث ہونے لگی۔

کہ خادم پھر آیا۔ قہوہ کی پیالیاں ہاتھ میں تھیں۔ قہوہ پیش کیا گیا۔ ہم نے وہ بھی پی لیا۔

پھر باتوں کی باری آئی۔ اور افغانستان کا تذکرہ ان بڈھے بزرگوں نے مجھ سے سننا چاہا۔ ابھی بات مکمل نہ ہوئی تھی۔ کہ دار چینی کی بنی ہوئی چار کا دور آ گیا۔

لوگوں کی نظریں ہم پر پڑ رہی تھیں۔ اور ہم سب کو دیکھ رہے تھے۔ چاروں طرف حقے رکھے تھے۔ اور ان کے لمبے لمبے کش لگ رہے تھے۔ بعض مٹی کی بنی ہوئی لمبی پائپ پی رہے تھے۔

کوئی پالٹیکس پر بحث کرتا تھا۔ اور کوئی تجارت کی باتیں کرتا تھا۔ کوئی قصہ کہہ رہا تھا کوئی سن رہا۔ اور مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ میں عجائب گھر میں ہوں۔ اور رنگ رنگ کی بولیاں سن رہا ہوں۔ بہر حال بڑی پر لطف بحث رہی۔ جب ہم اٹھنے لگے تو ہم نے خادم کو بلا کر پیسے دینے چاہے۔ وہ بزرگ جس نے یہ تواضع کی تھی ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ یہ مناسب نہیں اور نکال کر خود پیسے دے دیئے۔ الغرض جب رخصت ہونے لگے۔ تو مجھ کو ان لوگوں نے یوں رخصت کیا۔ جیسے کسی عزیز کو سفر پر رخصت کرتے ہیں۔

مجھے کہا گیا کہ یہ پرانے لوگوں کی مجلس ہے۔

میں ان پرانے لوگوں کے اخلاق پر قربان ہوا۔ اور مجھے ایسی خوشی محسوس ہوئی کہ میں اس کی یاد میں اب بھی لذت محسوس کرتا ہوں۔

سید صاحب ہمارے ساتھ ہوٹل تک اور ہوٹل کے دروازے پر مساء الخیر کہہ کر گھر کو رخصت ہوئے۔ اور صبح پھر آنے کا وعدہ کیا۔

اور میں بھی اپنے قارئین سے آج کے لئے مساء الخیر کہہ کر رخصت ہوتا ہوں۔

نوٹ:۔ میں نے جہاں جہاں ہم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہاں میرے ساتھ میرا بھائی ابراہیم عرفانی شریک ہے۔   باقی باقی

محمود احمد عرفانی

(بقیہ وصیت صفحہ ۱۲)

زیورات مبلغ دو سو روپیہ صرف ہے۔

میں بفضل خدا دو سو روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتی ہوں۔ اگر اس کے علاوہ میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی انجمن مالک ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جو جائداد ثابت ہو۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد امۃ اللہ بیگم بقلم خود

گواہ شد:۔ عبدالرحیم نیر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

گواہ شد:۔ شیخ محمد انصاری شوہر خاوند موصیہ کلرک جنرل پوسٹ آفس کراچی

میں کیونکر احمدی ہوا

مولوی اللہ بخش صاحب ساکن بٹے ہالی

حال دربان دار المسیح قادیان

(۱)

۱۲۸۵ھ کا ذکر ہے میں ابھی لڑکا ہی تھا کہ ہمارے خاندان کا ایک بزرگ بعد نماز فجر وعظ سن کر بڑی خوشی سے ہنستا ہنستا گھر آیا۔ اور نہایت خندہ پیشانی اور شیریں زبان سے سنایا۔ کہ آج میں نے بہت شکر بجا لایا ہے اس لئے کہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ تیرھویں صدی بہت ناقص ہے۔ چودھویں صدی چڑھنے میں کل گیارہ سال باقی رہتے ہیں۔ گیارہ سال کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام تشریف لانے کو تیار ہیں۔ پس اب منحوس زمانہ جاتا رہا۔ گیارہ سال گزرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ حضرت امام صاحب آئے کھڑے ہیں۔ بہت برکتیں ہوں گی۔ پس جب وہ گیارہ سال گذر گئے۔ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے از رب المعبود۔ غفور الودود۔ ورود فرمایا۔ نیک نصیبوں کا مقصود بر آیا۔ بد نصیبوں نے باوجود نشان بے حدود۔ شہود و نمود دیکھنے کے سود نہ اٹھایا۔ بلکہ شیطان مردود کے راستہ مسدود کرنے سے راستہ کفر پیمود کیا۔ عاد ثمود، فرعون و نمرود، ابوجہل مردود کی طرح راہ ہدایت مفقود اور اپنا ایمان نابود کیا۔ خدا اور رسول کو ناراض اور شیطان کو خوشنود کیا۔ پھر اور گیارہ سال گذرنے کے بعد دور اول بھی ہزار ہا نشان از قرآن و فرقان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور ماہ رمضان میں چاند اور سورج نے آسمان پر اپنے چہروں کا داغدار عیاں کیا۔ بلکہ اعلان کیا کہ الآن جو امام الزمان کا نافرمان ہو کر اس پر ایمان نہ لائے۔ اور مال اور جان اس پر قربان نہ کرے تو وہ نادان اس جہان میں اندھا اور بے ایمان اور اس جہان میں جہنم مکان ہوگا۔

صاحبان حیران و پریشان ہونے کا مکان نہیں سوچنے سمجھنے حدیث و قرآن پڑھنے کا مکان ہے۔ جب انسان مرگیا تو واپس نہ آئے گا۔ اور جس نے بازار سے سامان نہ خریدا۔ تو جنگل بیابان میں کیا کام آئے گا۔ ؎

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمین

(۲)

میرے استاد مولوی الہ دین صاحب کی دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ اللہ بخش جتنی فارسی مجھ کو آتی ہے اگر مجھ سے پڑھ لے تو اپنی زندگی میں اپنے برابر کوئی فارسی خوان نہ دیکھے گا۔ چنانچہ میں نے آپ سے گلستان۔ بوستان۔ مثنوی غنیمت۔ زلیخا۔ بہار دانش۔ سکندر نامہ۔ ابو الفضل۔ مینا بازار۔ انشار فائق۔ انشار خلیفہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

دوسری پیشگوئی یہ کہ جن دنوں میں سکندر نامہ پڑھا کرتا تھا۔ تھوڑے تھوڑے عرصے بعد بار بار فرماتے "اللہ بخش امام صاحب تو چالیس سال کے ہو گئے۔ اور ہیں بھی قریب ہی۔ ابھی بولے نہیں۔ دیکھئے آج بالکل بولنے کو تیار ہیں۔ مجھے تو زمین و آسمان کا رنگ بتلا رہا ہے۔ آپ کو کیوں پتہ نہیں لگتا۔ امام صاحب تو بہت جلد آنے کو تیار ہیں۔ افسوس میں نہیں دیکھوں گا۔ تم دیکھو گے۔"

چنانچہ انہی دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی تمام دنیا میں مشتہر ہوگئے۔ اور آنجناب کے کان تک آواز بھی پہنچ گئی۔ مگر یہاں آنا نصیب نہ ہوا۔ کہ آپ جہان فانی سے اٹھ گئے۔ لطف یہ ہے کہ آپ اور آپ کے بھائیوں کی اولاد تمام مرد و زن احمدیت اور علم اور معقول روزگار سے کوئی بے نصیب نہیں رہا۔ چنانچہ مولوی رحمت علی صاحب فاضل اور ان کے والد محمد حسن صاحب جن کو تمام لوگ بابا کہتے ہیں آپ کے خاندان سے ہیں۔

(۳)

ایک مجذوب

گورداسپور کے قریب دیہات میں ایک شخص دن اور رات بھاگا پھرتا تھا۔ کبھی کبھی بٹے ہالی اور بہت دفعہ تبڑ شب گزران کیا کرتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی داڑھی لمبا قد جیسے لاالوق یا مسلول ہو۔ مگر بڑا ہوشیار۔ تیز رفتار کہ تھوڑی سی مدت میں بہت سفر کر جاتا۔ پنشن خوار دیکھنے میں مست۔ تنخواہ کی تاریخ پر خبردار۔ گورداسپور پہنچ جاتا۔ روپے لاتا۔ اور تبڑ تک آتا آتا خالی ہو جاتا۔ کہ ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھتا۔ سب کے سب راہ للہ بانٹ دیتا۔ اس کا فیضے شاہ نام تھا۔ صبح اور شام در پر ہنگامہ یہ اس کا کام تھا۔ کہ جس مقام میں بھی ہو۔ اگرچہ تمام لوگ کچھ بھی کلام کرتے ہوں۔ تو یہ خادم اسلام یا خادم الاسلام چند چند منٹ کے بعد کھڑا ہو جاتا۔ اور پکار کر کہتا۔

مجھے شہنشاہی آوازہ کہہ لینے دو۔ وہ بلند آواز سے کہتا جو کوس سے بھی زیادہ دور تک جاتی۔

چڑھے شہنشاہ بولے نقیب
نصر من اللہ و فتح قریب
چڑھے امام مہدی۔ اے ہیٹھلے جہان کی فوج۔ دیکھ تلوار قتل کی۔ دیکھ تلوار قتل کی۔ اور اگر امام مہدی آیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ فوج نہیں۔ لشکر نہیں۔ **مال نہیں خزانہ نہیں۔ اس کے ساتھ نیچے کے جہان کی فوج نے اس کے دشمنوں کو قتل کرنا ہے اور میں اسکا نقیب ہوں۔ میرے جیسے نقیب اور بھی کسی کسی جگہ ہیں۔**

ان دنوں طاعون کی مرض دنیا میں کسی جگہ بھی نہ تھی بعد میں ثابت ہوا کہ اس مرد خدا کی ندا بتلا رہی تھی کہ اسلام کی غرق شدہ کشتی کا ناخدا خدا نے بھیج دیا ہے۔ اور نیچے جہان کی فوج سے مراد طاعون تھی۔ جو بطور سپاہ کے اس کے ہمراہ تھے۔ جو شخص اس بات کو ثابت کرنا چاہے تبڑ اور بٹے ہالی میں دریافت کر سکتا ہے جہاں بوڑھے لوگ اب تک اس کے گواہ ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ شخص فیض اللہ جاٹ کا سید تھا۔ اور موضع تبڑ میں اس کی قبر ہے۔ باقی آئندہ

ایک صحابیہ کی وفات

حضرت منشی شادیخاں صاحب رضی اللہ عنہ سیالکوٹی کی اہلیہ محترمہ جو خواجہ عبد الرحمٰن صاحب کارکن اخبار الفضل کی والدہ محترمہ تھیں اس ہفتہ وفات پا گئیں۔ مرحومہ مغفورہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ اور نہایت ہی دیندار خاتون تھیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ مغفورہ کو اپنے فضل سے جنت میں بلند درجات عطا فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل۔ آمین

وصیتیں

نمبر ۴۹۲۴

منکہ محمد شریف ولد چوہدری سردار خان صاحب قوم جٹ کاہلوں پیشہ ملازمت عمر بائیس سال پیدائشی احمدی ساکن جھبور چک ۱۱۷ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ صوبہ پنجاب کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۱۱/۳۷ مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

(۱) میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد چھبیس ۲۶ روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۲) میری وفات کے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ (چوہدری) محمد شریف مذکور ساکن جھبور چک نمبر ۱۱۷ حال اکوٹنٹ محمود آباد فارم ڈاکخانہ مورو۔ ضلع نواب شاہ (سندھ)

گواہ شد:۔ نواب میاں محمد عبد اللہ خاں صاحب قادیان دار الامان

گواہ شد:۔ چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان ۶/۱۱/۳۷

نمبر ۴۹۲۳

منکہ عنایت اللہ ولد مولوی عطا محمد صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۲۷/۶/۲۰ ساکن چک ۳۹/۱۲-ایل ڈاکخانہ چیچہ وطنی ضلع منٹگمری صوبہ پنجاب کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۱۱/۳۷ مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

۱۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ بیس ۲۰ روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ ۲۔ میری وفات کے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ (شیخ) عنایت اللہ ساکن چک ۳۹/۱۲-ایل ڈاکخانہ چیچہ وطنی ضلع منٹگمری۔ حال منشی محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص ضلع نواب شاہ

گواہ شد:۔ چوہدری محمد اکرم خاں صاحب ساکن جھبور ۱۱۷ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ۔ حال مینیجر محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص ضلع نواب شاہ (سندھ)

گواہ شد:۔ (چوہدری) فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان

نمبر ۴۹۲۲

منکہ رشید احمد ولد چوہدری محمد الدین صاحب قوم جٹ کاہلوں پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن جھبور چک ۱۱۷ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ صوبہ پنجاب کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۱۱/۳۷ مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

۱۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار مبلغ پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۲) میری وفات کے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ (چوہدری) رشید احمد قوم جٹ کاہلوں ساکن جھبور ۱۱۷ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ۔ حال منشی محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص ضلع نواب شاہ (سندھ) 6.11.37.

گواہ شد:۔ چوہدری محمد اکرم خاں صاحب ساکن جھبور چک ۱۱۷ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ۔ حال مینیجر محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص۔ ضلع نواب شاہ (سندھ)

گواہ شد:۔ (چوہدری) فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان ۶/۱۱/۳۷

نمبر ۴۹۲۱

منکہ حسن دین (مولوی فاضل) ولد چوہدری فضل داد صاحب قوم جٹ گوندل پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۰ مارچ ۱۹۲۳ء ساکن بھڈال ڈاکخانہ چنوں موم ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۱۱/۳۷ مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

۱۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ بیس ۲۰ روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۲) میری وفات کے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

العبد:۔ (مولوی) حسن دین (مولوی فاضل) ساکن بھڈال ڈاکخانہ چنوں موم ضلع سیالکوٹ حال مدرس محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص ضلع نواب شاہ (سندھ)

گواہ شد:۔ ڈاکٹر شیخ احمد الدین صاحب سکرٹری تعلیم و تربیت بڈولنش سندھ۔ حال ساکن محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص ضلع نواب شاہ سندھ

گواہ شد:۔ چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان ۶/۱۱/۳۷

نمبر ۴۹۲۰

منکہ غلام فاطمہ زوجہ چوہدری محمد اکرم خاں صاحب قوم ہنجرا پیشہ خانہ داری عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن جھبور چک ۱۱۷ ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۱/۳۷ مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

۱۔ میری وفات کے وقت میری جس قدر جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

۲۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی

۳۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

(۱) مبلغ ۵۰۰/- روپیہ حق مہر جو مجھے اپنے خاوند سے واجب الوصول ہے

(۲) مبلغ ۱۰۶/- روپیہ نقد جو میرے خاوند کے ذمہ قرض ہے

(۳) بندے دو عدد طلائی وزنی اندازاً نصف تولہ قیمتی ۱۲ روپیہ

یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان تحریر کردی ہے کہ سند رہے۔ فقط

العبد:۔ غلام فاطمہ اہلیہ چوہدری محمد اکرم خاں صاحب مینیجر محمود آباد فارم ڈاکخانہ خاص ضلع نواب شاہ سندھ

گواہ شد:۔ چوہدری محمد اکرم خاں صاحب مینیجر محمود آباد فارم ضلع نواب شاہ سندھ۔ خاوند موصیہ

گواہ شد:۔ (چوہدری) فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان ۸/۱۱/۳۷

نمبر ۴۹۱۹

منکہ سارہ بیگم زوجہ راجہ محمد خاں صاحب قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت اپریل ۱۹۳۶ء ساکن چنگا بنگیال ڈاکخانہ خاص ضلع راولپنڈی صوبہ پنجاب ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۱/۳۷ مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

۱۔ میری وفات کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

۲۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔

۳۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

(۱) یکصد ۱۰۰ روپیہ مہر جو مجھے اپنے خاوند سے واجب الوصول ہے

(۲) (الف) چمپا کلی ایک عدد طلائی وزنی سوا تولہ قیمتی اندازاً چالیس ۴۰ روپیہ

(ب) انگوٹھی طلائی قیمتی آٹھ ۸ روپیہ

یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان تحریر کردی کہ سند رہے۔ فقط

العبد:۔ مسماۃ سارہ بیگم اہلیہ راجہ محمد خاں صاحب حال ساکن محمود آباد فارم ضلع نواب شاہ سندھ۔ نشان انگوٹھا موصیہ

گواہ شد:۔ راجہ محمد خاں صاحب حال ساکن محمود آباد فارم ضلع نواب شاہ سندھ خاوند موصیہ

گواہ شد:۔ چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان ۸/۱۱/۳۷

نمبر ۴۹۳۰

منکہ عبد اللطیف بی اے ولد چوہدری عطا محمد صاحب نائب تحصیلدار قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن بہادر پور ڈاکخانہ میانی افغاناں ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱۱/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔

میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو مبلغ پندرہ روپے ماہوار ہے میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔

میری وفات پر جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کردی ہے۔ کہ سند رہے۔

العبد:۔ عبد اللطیف بی اے کارکن دفتر بیت المال قادیان بقلم خود

گواہ شد:۔ فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان بقلم خود

گواہ شد:۔ چوہدری عبد الرحمن بی اے کارکن دفتر بیت المال قادیان بقلم خود

نمبر ۴۹۳۴

منکہ عزیزہ بیگم زوجہ ڈاکٹر لعل الدین صاحب قوم مغل برلاس عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال مغلپورہ لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیور طلائی اندازاً تیرہ ۱۳ تولہ قیمتی چار صد روپیہ۔ مہر جو بذمہ خاوند واجب الادا ہے۔ مبلغ سات صد روپیہ۔ کل میزان -/۱۱۰۰ روپیہ۔ میں اپنی کل جائداد کے آٹھویں حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اور یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی آٹھویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد:۔ عزیزہ بیگم بقلم خود

گواہ شد:۔ ڈاکٹر لعل دین بقلم خود خاوند موصیہ

گواہ شد:۔ نواب دین سکرٹری مال لاہور

نمبر ۴۹۳۶

منکہ مرزا منصور احمد ولد مرزا شریف احمد صاحب قوم مغل پیشہ زمیندار عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری غیر منقولہ یا منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ مجھے مبلغ پچاس۵۰ روپیہ ماہوار جیب خرچ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ فی الحال میری اور کوئی آمد نہیں ہے۔ میں اس آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر اور کسی قسم کی آمد آئیندہ ہوگی۔ یا کوئی جائداد میرے قبضہ میں آئیگی یا میری وفات پر کوئی جائداد میری متصور ہوگی۔ تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میں اپنی موجودہ آمد کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں داخل کرتا رہونگا۔

العبد:۔ مرزا منصور احمد قادیان

گواہ شد:۔ محمد نذیر خاں

گواہ شد:۔ محمد کرامت اللہ

نمبر ۴۹۳۷

منکہ محمد کرامت اللہ ولد بابو اکبر علی صاحب قوم راٹھور پیشہ تجارت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن پشاور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری غیر منقولہ یا منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ میں کاز ریڈیو دکان میں کام کرتا ہوں۔ اور مجھے مبلغ ۱۲۵ روپے ماہوار الاؤنس ملتا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میں کاز ریڈیو کے نفع نقصان میں ۱/۴ حصہ کا حقدار ہوں۔ اس منافع کی تقسیم ہونے پر یہ میرے حصہ کے منافع کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی حاوی ہوگی۔ میری وفات پر اگر کوئی جائداد میری مملوکہ ثابت ہو۔ تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میں اپنی موجودہ آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کرتا رہونگا۔

العبد:۔ محمد کرامت اللہ کاز ریڈیو پشاور

گواہ شد:۔ مرزا منصور احمد

گواہ شد:۔ محمد نذیر خاں

نمبر ۴۹۳۸

منکہ عبد اللطیف ولد غلام رسول قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۷ء ساکن احمد پور ڈاکخانہ احمد پور لمہ ضلع رحیم یار خاں ریاست بہاولپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

۱۔ میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ ایک مکان سکونتی واقعہ شہر احمد پور لمہ قیمتی ایک ہزار روپیہ ہے اس کے نصف حصہ کا مالک ہوں۔ جس کی قیمت -/۵۰۰ ہوتے ہیں۔

۲۔ ۴ بیگھہ اراضی زرعی چاہ حاجی صاحب والہ واقعہ موضع حد گڑھ تحصیل احمد پور لمہ قیمتی -/۷۰۰ روپیہ

۳۔ ۱۲ بیگھہ اراضی زرعی چاہ اڈوت والا واقعہ موضع حد گڑھ تحصیل احمد پور لمہ قیمتی -/۲۰۰ روپیہ

۴۔ میرا گذارہ اس وقت تنخواہ ماہوار پر ہے۔ جو مبلغ ۲۸ ہے

۵۔ مذکورہ بالا جائداد کی مجموعی قیمت چودہ سو ۱۴۰۰ روپیہ ہوتی ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اپنی ماہوار آمد کی بھی ۱/۱۰ حصہ آمد ادا کرتا ہوں۔

۶۔ اس کے علاوہ اگر کوئی آئندہ نئی جائداد پیدا کروں۔ تو بوقت وفات جس قدر میری جائداد ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

۷۔ اگر کوئی رقم بمد وصیت میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کروں۔ تو وہ رقم میرے ذمہ وصیت کے واجب الادا حصہ سے منہا کر دی جائیگی۔

العبد: عبد اللطیف عفی عنہ مدرس عربی ہائی سکول خانپور ریاست بہاولپور

گواہ شد:۔ سردار رحمت اللہ بقلم خود زمیندار رفیق آباد تحصیل خانپور

گواہ شد:۔ عبد المنان بقلم خود ولد ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر ساکن قادیان حال خانپور

نمبر ۴۹۳۹

منکہ محمد احسان ولد حکیم مہربانعلی صاحب قوم صدیقی پیشہ ڈاکٹری طبابت عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء ساکن سادھورہ ڈاکخانہ خاص ضلع انبالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک کنال زمین واقعہ محلہ دار البرکات قادیان جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرا گذارہ اس وقت پرائیویٹ طبی پریکٹس پر ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ تا زندگی صدر انجمن احمدیہ قادیان ادا کرتا رہونگا۔ جائداد مذکورہ کے علاوہ میرے مرنے کے وقت اگر میری کوئی اور جائداد بھی ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ ڈاکٹر محمد احسان بقلم خود

گواہ شد:۔ شیخ محمد سیال

گواہ شد:۔ بشیر احمد جالندھری مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

نمبر ۴۹۳۵

منکہ عبد الحمید ولد حاجی محمد یوسف مرحوم قوم شیخ عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۱۳ء ساکن ڈیرہ دون یوپی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری وفات کے وقت جسقدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ منہا کر دی جائیگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ (۱) ایک مکان سکنی واقع محلہ دھامانوالہ جس کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے۔ اس کی قیمت کا اندازہ دو ہزار روپیہ ہے۔ مشرقی مکان محمد یوسف غربی بھگوت سہائے وکیل جنوبی سڑک سرکاری شمالی عبد العزیز حجام اس مکان کے نصف حصہ کا میں واحد مالک ہوں۔ اور دوسرے نصف کا مالک میرا بھائی عبد الرشید ہے۔ میرے حصہ کی قیمت کا اندازہ ایک ہزار روپیہ نقد ہے (۲) ایک دکان واقع محلہ دھامانوالہ جس میں گوشت کی دکان ہے جس کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے مشرقی بابو محمد حسین مظلوم۔ غربی اسماعیل خاں کباڑی۔ جنوبی راستہ گلی شمالی سڑک سرکاری۔ اس کی قیمت کا اندازہ مبلغ چھ ہزار روپیہ ہے اس کے ۱/۹ حصہ کا مالک شیخ مشتاق احمد ولد حاجی رحیم بخش ہے اور باقی کے ۱/۳ حصہ کا میں مالک ہوں۔ اور دوسرے دو حصوں کے مالک میرے بھائی شیخ عبد اللطیف غیر احمدی و شیخ عبد الرشید احمدی ہیں۔ اس میں میرے حصہ کی قیمت کا اندازہ اٹھارہ سو ۱۸۰۰ روپیہ بنتا ہے۔ میں اس وصیت کے ذریعہ اپنی مندرجہ بالا دو جائدادوں میں اپنے حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان کو قرار دیتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں اس حصہ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد نہ کرسکا۔ یا اس کی قیمت صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا نہ کرسکوں۔ تو میرے مرنے کے بعد انجمن مذکور کو حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ ہر مناسب طریق سے میرے حصہ جائداد پر قبضہ حاصل کرے۔ یا اس کی قیمت وصول کرے۔ میرے ورثاء کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اسی قدر میری ماہوار آمد جو اس جائداد سے ہے۔ مبلغ عہ بصورت کرایہ ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور میں یہ رقم انشاء اللہ ماہانہ صدر انجمن احمدیہ مذکور کو براہ راست یا معرفت انجمن احمدیہ ڈیرہ دون ادا کرتا رہونگا۔

العبد:۔ عبد الحمید احمدی محلہ دھامانوالہ

گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ محلہ دار الفضل قادیان

گواہ شد:۔ محمد یعقوب احمدی نجیب آبادی

نمبر ۴۹۴۰

منکہ امت اللہ زوجہ مولوی فتح محمد صاحب احمدی شرما قوم وڑائچ عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کراچی سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

مبلغ سات سو روپیہ حق مہر بذمہ خاوند ہے۔

(بقیہ مضمون ص۹ پر دیکھیں)